تحریک پاکستان اور مولانا مودودیؒ: تحقیقی جائزہ

Fakhr-ul-Islam*

Abstract

Syed Abul Ala Maudoodi (1903-1979) had a multidimensional personality. He was a philosopher, missionary, journalist and politician. He produced literature on Islamic political thought and a vast variety of other themes. His thoughts influenced individuals and movements all over the world especially the Subcontinent, Egypt, Iran, Afghanistan, Central Asia, Turkey, South East Asia and North Africa. Some of his thoughts generated a debate among his followers and opponents. One such area of his thoughts was his opinion about the idea of creation of Pakistan in 1940's. Although being a staunch supporter of the Two-Nation Theory, he did not support the scheme of All India Muslim League. He did present alternative options for solving constitutional problem of the Indian Muslims, but his approach was not fully understood. In this regard his followers adopted apologetic approach thereby denying that Maudoodi opposed the idea of Pakistan. It was a half-truth and by saying that they could not explain Mauddod's alternative proposals. The opponents of Maudoodi, on the other hand, dubbed him as adversary to the idea of Pakistan and bracketed him with other antagonists such as Abdul Ghafar Khan, Ulama of Deoband, Khaksars etc. Did Mauddodi's really oppose achieving of sovereign state for the Muslims of India? What were the grounds for his opposition to the scheme of All India Muslim League? Which alternatives he presented for solution of constitutional problem of the Indian Muslims? These and similar questions have been answered in this paper.

* Professor and Director at Pakistan Study Centre, University of Peshawar, Pakistan.

ابتدائیہ

ہمارے ہاں یہ روش عام ہے کہ سنی سنائی باتوں کو بلا تحقیق سند کا درجہ دیا جاتا ہے۔ اگر ایسی باتوں کی مثبت اور علمی طریقے سے روک تھام نہ کی جائے تو تاریخی مغالطے جنم لیتے ہیں اور آئندہ آنے والی نسلوں کو معاملات کا صحیح رخ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ ایسی باتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ قیام پاکستان کے مخالف تھے۔ اس حوالے سے ان کو کانگریس اور جمعیت العلمائے ہند کے ساتھ ایک صف میں کھڑا کیا جاتا ہے جب کہ حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ مولانا مودودیؒ نے پاکستان کے تخیل کو غذا فراہم کی۔ زیر نظر مقالے میں اس الزام کا علمی جائزہ لیا گیا ہے اور مستند حوالوں سے اصل صورت حال منظر عام پر لانے کی کوشش کی گئی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا مودودیؒ پر پاکستان مخالفت کا الزام مسلم لیگ نے نہیں لگایا۔ کم از کم مسلم لیگ ہند کی دستاویزات میں اس حوالے سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ یہ الزام قیام پاکستان کے کافی دیر بعد ایوب خانی مارشل لاء کے دوران لگا۔ واقعہ یہ ہے کہ 1964 میں جنرل ایوب خان نے جماعت اسلامی پر پابندی لگاتے ہوئے مولانا مودودیؒ اور ان کے رفقاء کو پابند سلاسل کر دیا۔ جماعت اسلامی پر پابندی کے لیے جو اسباب بتائے گئے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ اس جماعت نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی تاہم جماعت نے پابندی کے ضابطے کو عدالت عظمیٰ میں چیلنج کیا جس نے تمام الزامات کو بے بنیاد قرار دیتے ہوئے پابندی اٹھانے کا حکم دیا۔ یاد رہے کہ ان الزامات میں پاکستان کی مخالفت کا الزام بھی شامل تھا جو عدالت کے فیصلے کے ساتھ بے بنیاد ثابت ہوا۔(۱) عدالت کے حکم کے بعد مولانا مودودیؒ رہا ہوئے۔ انھوں نے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے حکمرانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ حکمران ہم پر پاکستان کی مخالفت کا الزام لگاتے ہیں تو اس کے لیے ثبوت بھی فراہم کریں اگر ثبوت نہیں تو جھوٹ کو سو بار دہرانے سے یہ سچ نہیں بن سکتا۔(۲)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ الطاف گوہر نے اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ انہوں نے مولانا مودودی اور ایوب خان کی ملاقات کرائی تھی جس کے بعد ایوب خان نے انہیں بتایا کہ حکومت کی کوئی بھی ایجنسی ایسی کوئی شہادت فراہم نہ کر سکی جس سے پتہ چلے کہ مولانا کے روابط غیر ملکی طاقتوں سے ہیں یا وہ کسی قسم کی غیر ملکی امداد حاصل کرتے ہیں (۳)

الطاف گوہر صاحب کے خیال میں مولانا مودودیؒ کے مخالفین تین قسم کے تھے:

(1) حکمران طبقہ جو مولانا کو اپنے لئے زبردست خطرہ سمجھتا تھا اور احتجاج اور کنفیوژن کا ذریعہ خیال کرتا تھا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ مولانا مذہب کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں اور اس بات نے انہیں اقتدار کا بھوکا موقع پرست بنا دیا ہے۔

(2) بائیں بازوں سے تعلق رکھنے والے جو مولانا کے خیالات وافکار کو رجعت پسند قرار دے کر انہیں سرمایہ داروں اور مغرب کا ایجنٹ قرار دیتے تھے۔ یہ لوگ یہ الزام بھی بار بار عائد کرتے تھے کہ مولانا مودودیؒ کو بعض غیر ملکی طاقتوں کی طرف سے مالی امداد ملتی ہے۔

(3) بعض مذہبی عناصر جو مولانا کے علم اور ان کے افکار پر سوالات اٹھاتے تھے وُہ قرآن وسنت کی اپنے فہم کی روشنی میں تشریح کرنے کو قابل اعتراض سمجھتے تھے۔

ذاتی اور جماعتی حیثیت سے کردار

قیام پاکستان کی تحریک جب زوروں پر تھی تو اس وقت جماعت اسلامی ایک نوزائدہ جماعت تھی جو 25 اگست 1941 کو قائم ہوئی اس لیے چند ارکان کے ساتھ وہ تحریک پاکستان میں کوئی نمایاں کردار ادا نہ کر سکی تاہم جماعت اسلامی کے قیام سے قبل ہی مولانا مودودیؒ نے تحریک پاکستان کو علمی اور نظریاتی غذا فراہم کی تھی جس کا اعتراف نامور مورخین نے کیا۔ تحریک پاکستان کا مشکل ترین دور 1937 تا 1939 صوبوں میں کانگریسی حکومتوں کا قیام تھا۔ ان حکومتوں نے ہندو بالادستی قائم کرنے

اور مسلم شناخت مٹانے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کانگریسی حکومتوں کے مظالم پر جہاں پیر پور کمیٹی رپورٹ سامنے آئی وہاں مولانا مودودیؒ نے بھی اپنا کردار ادا کیا۔ نعیم صدیقی نے لکھا ہے کہ مولانا مودودیؒ اس صورتحال سے کافی پریشان تھے۔ مولانا نے کہا:

"1937 میں مجھے حیدر آباد دکن سے دہلی سفر کا موقع ملا میں نے دیکھا کہ چھ صوبوں میں کانگریسی حکومتوں کے قیام سے مسلمان احساس شکست کے تحت اعتماد کھو چکے تھے میرے لیے یہ سب کچھ ناقابل برداشت تھا جب میں حیدر آباد دکن واپس ہوا تو کئی راتیں نہ سو سکا اور اسی صورت حال کے مضمرات پر سوچتا رہا"۔(۴)

مولانا کی اس طویل غور و فکر کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کانگریس کے متحدہ قومیت والے نظریے کے خلاف خم ٹھونک کر میدان میں آ گئے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں کہ مولانا اس نتیجے پر پہنچے کہ کانگریس اور مسلمانوں میں کوئی قدر مشترک نہیں۔(۵) شریف الدین پیرزادہ لکھتے ہیں:

"39-1938 میں مولانا مودودیؒ نے ترجمان القرآن میں مضامین کا سلسلہ شروع کیا۔ انھوں نے کانگریس کی سازشوں کو طشت از بام کرتے ہوئے مسلمانوں کو متنبہ کیا۔ انھوں نے برصغیر کی مسلم تاریخ کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے کانگریس کے سیکولر نظریہ پر شدید تنقید کی۔ مولانا نے کہا کہ ہندوستان کے تناظر میں صرف عددی اکثریت والی جمہوریت سے مسئلہ حل نہیں ہوگا کیونکہ اس طرح تو ہندوؤں اور مسلمانوں کا تناسب 4:1 تھا"۔(۶)

دو قومی نظریے کے ترویج کے حوالے سے مولانا مودودیؒ کا کردار مثالی رہا انھوں نے ہندوؤں کا متحدہ قومیت والا نظریہ مسترد کرتے ہوئے معرکتہ آلاراء کتاب "اسلامی قومیت کا حقیقی مفہوم" تصنیف کی۔ کہا جاتا ہے کہ مسلم لیگ ہند نے اس کتاب کو بڑی تعداد میں شائع کر کے ہندوستان کے کونے کونے میں تقسیم کیا۔(۷)

اس طرح قائداعظم اور لیاقت علی خان کے دست راست اور آل انڈیا مسلم لیگ کے جائنٹ سیکرٹری مولانا ظفر احمد انصاری نے بھی "مسئلہ قومیت" نامی کتاب کی اثر انگیزی کو سراہا۔ آپ نے لکھا:

"اس موضوع (دو قومی نظریہ) پر مولانا مودودیؒ نے مسئلہ قومیت کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین لکھا جو اپنے دلائل کی محکمی اور زور بیان کے باعث مسلمانوں میں بہت مقبول ہوا۔ جس کا چرچا بہت تھوڑے عرصے میں اور

بڑی تیزی کے ساتھ مسلمانوں میں ہو گیا۔ اس اہم بحث کی ضرب متحدہ قومیت کے نظریے پر پڑی اور مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کا احساس بڑی تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا۔ قومیت کے مسئلے پر یہ بحث محض ایک نظری بحث نہ تھی بلکہ اس کی ضرب کانگرس اور جمعیت علمائے ہند کے پورے موقف پر پڑتی تھی۔ ہندوؤں کی سب سے خطرناک چال یہی تھی کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان کی جداگانہ قومیت کا احساس کسی طرح ختم کر کے ان کے ملی وجود کی جڑیں کھوکھلی کر دی جائیں۔ خود مسلم لیگ نے بھی اس بات کی کوشش کی کہ اس بحث کا مذہبی پہلو زیادہ سے زیادہ نمایاں کیا جائے تاکہ عوام کانگرس کے کھیل کو سمجھ سکیں اور اپنے دین و ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کیطرف متوجہ ہوں۔"(۸)

علامہ اقبالؒ۔ قائداعظمؒ اور مولانا مودودیؒ

تحریک پاکستان میں علامہ اقبالؒ اور قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے کردار کی ایک دنیا معترف ہے۔ان دونوں راہنماؤں سے مولانا کے تعلق سے بھی یہ بات عیاں ہے کہ مولانا مودودیؒ اکابرین تحریک پاکستان کا بہت احترام کرتے تھے۔ علامہ اقبالؒ مولانا مودودیؒ کی تحریروں کے معترف تھے۔ 1926 میں ہندو مفکر سوامی شردھانند نے مسلمانوں کی تاریخ اور خصوصاً حضور ﷺ کے بارے میں توہین امیز خیالات پھیلانا شروع کر دیے تو ایک پرجوش مسلمان قاضی عبدالرشید نے ان کو قتل کر دیا۔ اس واقعے کے بعد ہندؤں نے زبردست پروپیگنڈہ کیا کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے۔ مولانا مودودیؒ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان اس پروپیگنڈے سے خاصے پریشان تھے۔ایک دن وہ جامع مسجد دہلی میں ایک تقریب میں شریک تھے جس سے مولانا محمد علی جوہر نے بھی خطاب کیا۔ مولانا جوہر نے خواہش ظاہر کی کہ کاش کوئی مسلمان اس پروپیگنڈے کا مدلل جواب دے۔(۹)

23 سالہ مودودیؒ جو اس وقت الجمیعۃ کے ایڈیٹر تھے نے فیصلہ کیا کہ وہ یہ کام کریں گے چنانچہ انہوں نے الجمیعۃ میں جہاد سے متعلق مضامین لکھنا شروع کر دیئے جنہیں بعد میں ایک کتاب الجہاد فی الاسلام میں یکجا کیا۔ علامہ اقبال نے جب یہ کتاب پڑھی تو بے ساختہ کہنے لگے:

"یہ جہاد پر بے نظیر کتاب ہے۔اس میں مصلحت سے پاک، بے باک دلائل ہیں جو اردو تو کیا کسی اور زبان میں موجود نہیں"۔(۱۰)

ایک اور جگہ علامہ اقبالؒ نے لکھا کہ وہ ہر ذی علم مسلمان کو مشورہ دیں گے کہ وہ یہ کتاب ضرور پڑھے۔ علامہ اقبالؒ کے ذہن میں ایک منصوبہ تھا وہ ایک مرکز قائم کرنا چاہتے تھے جہاں اسلام کے نشاۃ ثانیہ کے لیے افراد کار تیار ہوں۔ 1937 میں اقبال اور مولانا مودودیؒ کی ملاقات ہوئی جس میں اقبال نے خواہش ظاہر کی کہ مولانا حیدر آباد دکن چھوڑ کر پنجاب آجائیں تاکہ اس منصوبے پر عمل درآمد ہو۔ مولانا مودودیؒ نے حامی بھری چنانچہ پٹھان کوٹ (مشرقی پنجاب) میں چوہدری نیاز علی خان نے زمین کا عطیہ دیا جس پر مولانا نے دارالاسلام کے نام سے 1938 میں ادارہ قائم کیا۔ بدقسمتی سے اسی سال اقبال کا انتقال ہوا جس کا دارالاسلام کو خاصا نقصان ہوا۔ تقسیم ہند کے وقت فسادات پھوٹ پڑے تو مشرقی پنجاب بھی اس کے لپیٹ میں آیا اس لیے مولانا مودودیؒ اور دارالاسلام کے دیگر رہائشی پاکستان ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔(۱۱)

قائداعظمؒ اور مولانا مودودیؒ کے درمیان براہ راست کوئی ملاقات نہیں ہوئی تاہم دونوں کے درمیان بالواسطہ رابطہ تھا۔اسی طرح مسلم لیگ کے حلقوں میں دیگر اکابرین مولانا مودودیؒ کا احترام کرتے تھے۔ 1940 میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد مسلم لیگ ایک اسلامی دستور کا خاکہ بنانے کے لیے سنجیدگی سے سوچنے لگی۔ چنانچہ ستمبر 1940 میں یوپی مسلم لیگ نے اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی بنائی جس میں مولانا مودودیؒ کو بطور ممبر لیا گیا۔اس کمیٹی کے دیگر اراکین میں سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریاآبادی وغیرہ شامل تھے۔ تھوڑی دیر کے لیے غور کریں کہ اگر مولانا تصور پاکستان کے مخالف ہوتے تو انہیں کیونکر اتنی اہم کمیٹی کا رسمی ممبر چنا جاتا۔(۱۲)

جہاں تک قائداعظم سے راوابط کا تعلق ہے تو 1941 میں جماعت اسلامی کے قیام کے بعد مولانا نے جماعت کے سیکرٹری جنرل قمرالدین خان کو قائداعظم کے پاس بھیجا۔ مقصد یہ تھا کہ مسلم

لیگ اور جماعت اسلامی کے باہمی تعلقات پر بات ہو سکے۔ قمر الدین خان دہلی میں قائد اعظم کی رہائش گاہ گل رعنا میں ان سے ملے اسی ملاقات کا احوال ملک غلام علی نے اپنے مقالے بعنوان "پروفیسر مودودیؒ کے ساتھ ساتھ اسلامیہ کالج سے ذیلدار پارک تک" میں تفصیل سے کیا ہے۔آپ نے لکھا کہ قائد اعظمؒ قمر الدین خان کے ساتھ تپاک سے ملے اور کہا کہ انہوں نے جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ کا نام سن رکھا ہے اگرچہ انہیں جماعت کے نظریے سے کچھ زیادہ واقفیت نہیں۔ قائد اعظم نے اس موقع پر فرمایا:

"جہاں تک میرا خیال ہے مسلم لیگ اور جماعت اسلامی کے مقاصد میں کچھ زیادہ فرق نہیں بلکہ وہ ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں تاہم (فرق یہ ہے) کہ میں فوری مقصد کے لیے کام کر رہا ہوں جب کہ مولانا مودودیؒ طویل المدتی منصوبے پر عمل پیرا ہیں۔" (۱۳)

مشہور مورخ اور دانشور ڈاکٹر صفدر محمود نے بھی اپنی ایک تحریر میں اس ملاقات کا تذکرہ کیا ہے آپ کے مطابق قائد اعظمؒ نے یہ بھی کہا کہ :

"میں مسجد کے لئے زمین چاہتا ہوں جب ہمیں اس مقصد کے لئے زمین مل جائے تو ہم مل کر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مسجد کیسے تعمیر کرنی ہے ؟"۔(۱۴)

بعض لوگ یہ بھی الزام لگاتے ہیں کہ مولانا مودودیؒ نے قائد اعظم کے خلاف توہین آمیز زبان استعمال کی اور انہیں عجیب و غریب القابات سے نوازا۔ پہلی بات یہ کہ جو لوگ مولانا مودودیؒ کے انداز تحریر و تقریر سے آگاہ ہیں وہ اس الزام کو لغو قرار دیں گے کیونکہ آپ نے کبھی کسی گفتگو یا تحریر میں ناشائستہ زبان استعمال نہیں کی دوسرا یہ کہ اسی الزام کا کوئی بھی ثبوت کسی کے پاس نہیں بلکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔واضح رہے کہ مجلس احرار کے ایک لیڈر مظہر علی اظہر نے اپنے ایک شعر میں قائد اعظم کو "کافر اعظم" کہا تھا جو بلا تحقیق مولانا مودودیؒ کے کھاتے میں ڈال دیا گیا۔(۱۵)

مولانا مودودیؒ جب پابند سلاسل تھے تو لاہور کے رسالہ چٹان کے مدیر شورش کاشمیری نے انھیں خط لکھا جس میں ان الزامات کی فہرست شامل تھی جو وقتاً فوقتاً ان پر لگائے جاتے رہے۔ ان میں ایک الزام یہ تھا کہ مولانا نے قائد اعظمؒ کو گالیاں دیں۔ اس الزام پر مولانا مودودیؒ کافی جذباتی ہو گئے۔

28اپریل1950 کو شورش کاشمیری کے خط کا جواب دیتے ہوئے مولانا مودودیؒ نے لکھا:

"آپ نے جو مجھ سے پوچھا کہ تو نے پاکستان کی تخریب کے عزائم کا اظہار کیا اور کیا تو نے قائد اعظم مرحوم کو گالیاں دیں۔؟ اس سے فی الواقع مجھے اذیت ہوئی کیونکہ آپ سے میری توقعات کچھ اور تھیں۔ برادر عزیز! کیا اب کوئی ذلیل سے ذلیل بہتان بھی تیرے مرتبے سے اتنا فروتر نہیں رہا کہ آپ اسے سن کر "سبحنک ھذا بھتان عظیم" کہہ سکیں اور مجھ سے اس کی دریافت کرنے کی ضرورت نہ سمجھیں؟ اور بالفرض اگر تحقیق کرنا ضروری ہی تھا تو مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں کوئی اجنبی اور غیر معروف آدمی تو نہیں ہوں۔ کم و بیش تیس سال سے پبلک لائف میں ہوں۔ برسوں اخبار نویسی کر چکا ہوں۔ سترہ اٹھارہ برس سے ترجمان القرآن نکال رہا ہوں۔ کتابوں اور رسالوں کی شکل میں میرے لکھے ہوئے ہزاروں صفحے موجود ہیں جن کو بلا مبالغہ لاکھوں آدمی پڑھ چکے ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان میں ہزارہا آدمی ایسے موجود ہیں جنھوں نے اپنے کانوں سے میری تقریریں سنی ہیں۔ ہزاروں آدمی ذاتی طور پر میرے جاننے والے موجود ہیں۔ خود شہر لاہور میں برسوں رہ چکا ہوں۔ آپ نے کیوں نہ پبلک میں اعلان کیا کہ جو شخص ابوالاعلیٰ کو ایک بد زبان انسان کی حیثیت سے جانتا ہو وہ اپنی شہادت پیش کرے؟"(١٦)

مولانا مودودیؒ ذاتی طور پر قائد اعظمؒ کی صلاحیتوں کے معترف تھے اور ان کے لیے اچھے جذبات رکھتے تھے۔ اس کا ثبوت ترجمان القران کا وہ اداریہ ہے جو انہوں نے قائد اعظمؒ کی رحلت پر لکھا۔ مولانا نے ان کی وفات کو عظیم سانحہ قرار دیتے ہوئے ان کی شخصیت کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا(١٧)

1976 میں نوائے وقت لاہور کے مجید نظامی نے مولانا مودودیؒ کو خط لکھا اور ان سے استفسار کیا کہ قائد اعظم کے بارے میں وہ کیا خیالات رکھتے تھے؟۔ مولانا مودودیؒ نے جواب میں لکھا۔

"ہوش سنبھالنے کے بعد جب سے میں نے ملکی سیاست میں دلچسپی لینی شروع کی تھی میرے دل میں مسلمانوں ک جن

لیڈروں کا احترام سب سے زیادہ تھا ان میں سے ایک قائد اعظم مرحوم بھی تھے میں نے ہمیشہ ان کو ایک بااصول، راستباز اور مضبوط سیرت و کردار کا مالک انسان سمجھا اور 1920 سے 1948 تک کبھی میرے دل میں ان کے متعلق یہ بدگمانی پیدا نہیں ہوئی کہ وہ اپنے ضمیر کے خلاف بھی کوئی بات کہہ سکتے ہیں۔ رائے کا اختلاف تو بڑے سے بڑے آدمیوں سے بھی ہو سکتا ہے خواہ زندہ ہوں یا اپنے رب کے پاس جا چکے ہوں۔ اس قسم کا اختلاف مجھے جس کسی سے بھی ہوا ہے میں نے دلیل اور شائستگی کے ساتھ اس کا اظہار کیا ہے لیکن اس کو مخالفت کا ہم معنی سمجھنا اور یہ خیال کرنا کہ جس کی رائے سے میں اختلاف کرتا ہوں اس کو بدنیت اور اور غیر مخلص سمجھتا ہوں دراصل ایک بے بنیاد سوء ظن ہے۔ قائد اعظمؒ کے متعلق مجھے کبھی یہ شبہ نہیں ہوا کہ وہ پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے معاملے میں مخلص نہ تھے البتہ ان کے "پسماندگان" کے متعلق مجھے یہ شبہ ضرور ہے کہ وہ ان کی ہمنوائی میں مخلص نہ تھے اور یہ شبہ ان حضرات کے ان اعمال کی بناء پر ہے جو اقتدار حاصل کرنے کے بعد وہ کرتے رہے ان پر تنقید کے معنی قائد اعظمؒ پر تنقید کے نہیں ہیں اور نہ ان کے عدم اخلاص کا شکوہ قائد کی ذات تک پہنچتا ہے۔"(۱۸)

غلط فہمی کا سبب

اگر واقعہ یہ ہے کہ مولانا مودودیؒ نے تحریک پاکستان کی حمایت کی اور علامہ اقبالؒ و قائد اعظمؒ کا وہ بے حد احترام کرتے تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مولانا پر پاکستان مخالفت کا لیبل چسپاں کیا گیا؟ اور وہ بھی اس طرح کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد اب بھی یہی سمجھ رہی ہے۔ اس کے تین پہلو ہیں۔ اولاً تو جنرل ایوب خان کی حکومت کا منظم پروپیگنڈہ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے یہ 1960 کی دہائی میں ہوا جب پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر پابندی تھی۔ نجی اخبارات، ٹی وی اور ریڈیو نہ ہونے کے برابر تھے۔ مارشل لاء کا جبر تھا اس لیے حکومتی وسائل اور سرپرستی کے بل بوتے پر چلائی گئی مہم کارگر ثابت ہوئی اس حد تک کہ سچ سے پہلے جھوٹ نے اپنا کام کر دکھایا۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ تحریک پاکستان کے دوران مولانا نے مسلم لیگ کی جدوجہد پر جرح و نقد کی جس کو بعض مسلم لیگی او کچھ غیر مسلم لیگی عناصر نے پاکستان مخالفت کا نام دیا۔ مولانا مودودیؒ کا آل انڈیا مسلم لیگ سے اصولی اختلاف درج ذیل تین اہم نکات پر مبنی تھا:

(الف)اگر ہمارے پیش نظر ایک اسلامی ریاست ہے تو پھر ضروری ہے کہ ہم قوم کو اس مقصد کے حصول کے لئے اخلاقی حیثیت سے بھی تیار کریں۔ صرف سیاسی جنگ اس کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس کے لئے علمی، قومی، اخلاقی، تہذیبی، سیاسی، غرض ہر میدان میں کام کرنا ہو گا۔ اس کے بغیر اس مقصد کا حصول ممکن نہیں ہے۔

(ب) تحریک کی ہمہ گیر اور اس کے ہر شعبہ اور سطح کی قیادت کے انتخاب میں پوری احتیاط سے کام لینا ہو گا۔ اشتراکیوں، ملحدوں، بے دینوں اور جاگیر داروں سب کو بلا سوچے سمجھے ایک ساتھ جمع کر دینے سے جو بھیڑ جمع ہو جاتی ہے وہ کبھی بھی قوم کی رہنمائی صحیح سمت میں نہیں کر سکتی۔ ے تو ایک دوسرے کا گلا کاٹنے اور اپنے اپنے مقاصد واہداف کے لئے قوم کو استعمال کرنے کی کوشش کریں گے اور انجام کار اصل منزل کھوٹی ہو جائے گی۔

(ج) مسلمانون کی حیثیت نسلی گروہ کی کی نہیں بلکہ ایک اصولی جماعت اور داعی گروہ کی ہے اور وہ اس حیثیت کو برقرار رکھتے اور طریق کار پر کام کرتے ہوئے ہی اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ (۱۹)

ایک اور اہم سبب یہ تھا کہ مولانا نے مسلمانان ہند کے مسئلہ کے حل کے لیے تین تجاویز یا خاکے پیش کئے جو اگرچہ بالآخر آزاد مسلم ریاست پر منتج ہوئے لیکن ان تجاویز کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی اور انہیں تقسیم ہند کے اصول سے انحراف پر محمول کیا گیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تجاویز یا خاکوں کا مختصر تذکرہ کیا جائے:

پہلا خاکہ (قوموں کا وفاق)

پہلا خاکہ جو انہوں نے تجویز کیا اس کو قوموں کا وفاق Federation of Nations کا نام دیا گیا۔ اس سکیم کے چیدہ چیدہ نکات جو مولانا نے بیان کیے وہ درج ذیل ہیں:

(۱)اس سکیم کے نفاذ سے ہندوستان متوافق اقوام کی ریاست A State of Federating Nationsبن جائے گا۔

(۲)اس میں شامل اقوام ثقافتی خود مختاریCultural Autonomyکی حقدار ہونگیں۔ مراد یہ کہ وہ ایک خاص دائرے میں اختیارات استعمال کر سکیں گی۔

(۳) نظام حکومت میں متوافق اقوام مساویانہ شرکت Equal Participationکی حقدار ہونگیں۔

(۴)تمام اقوام صاحبِ حاکمیتSovereignہونگیں۔

(۵) ہر قوم اپنے طرز معاشرت یعنی عقیدے، عبادت گاہوں کی دیکھ بھال، عائلی قوانین، معاشرتی مسائل (وراثت، نکاح وغیرہ) میں خود مختاری کی حامل ہونگی۔

(۶)اقوام کے اپنے اپنے عدالتی نظام ہونگے جب کہ ایک وفاقی عدالت بھی قائم کی جائے گی۔(۲۰)

درجِ بالا نکات کے علاوہ مولانا نے وفاق کی سطح پر قائم محکموں میں متوافق اقوام کے حصے، آئین ساز اسمبلی، طریق انتخاب اور ریفرنڈم کے حوالے سے بھی تفصیلاً لکھا ہے۔

بظاہر تو یہ سکیم عجیب اور پیچیدہ نظر آتی ہے لیکن مولانا نے اس کے حق میں جو دلائل دیے ہیں وہ کافی وزنی ہیں۔ آپ نے لکھا کہ اس نکتے پر تو مسلمانوں میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ ہندوستان کے لیے وحدانی (Unitary) کی بجائے وفاقی (Federal) نظام موزوں ترین ہے۔ دوسرا یہ کہ مختلف علاقائی اکائیوں پر مشتمل وفاق قائم کرنے کا عموماً یہ جواز بتایا جاتا ہے کہ چونکہ ان اکائیوں کا مذہب، نسل، زبان وغیرہ مختلف ہوتے ہیں اس لیے انہیں وفاقی نظام کی لڑی میں پرونا چاہیے۔ مولانا کہتے ہیں کہ پھر یہی جواز اقوام کے وفاق کے لیے بھی پیش کیا جا سکتا ہے کیونکہ ہندوستان کی اقوام بھی نسل، مذہب اور زبان کے حوالے سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔(۲۱)

دوسرا خاکہ (حدود ارضی کا تعین اور الگ ریاستیں)

دوسرے خاکے پر مشتمل تجویز خاصی دلچسپ تھی۔ مولانا مودودی نے رائے دیتے ہوئے کہا کہ ہندوستان میں مسلمان، اچھوت اور سکھ جہاں جہاں اکثریت میں ہیں وہاں وہاں حدود ارضی کا تعین کرتے ہوئے ان کے لیے الگ الگ ریاستیں قائم کی جائیں (یہاں ریاست سے مراد وفاقی اکائی ہے) پھر ان ریاستوں پر مشتمل ایک وفاق قائم کیا جائے۔ مزید برآں تمام اقوام کو یہ حق دیا جائے کہ وہ 25 سال کے عرصے میں اگر چاہے تو اپنی اکثریت والی ریاست میں منتقل ہو جائیں انھوں نے تجویز دی کہ ان ریاستوں کو مکمل اندرونی خود مختاری دی جائے۔ واضح رہے کہ مولانا کی اس تجویز سے ملتی جلتی تجاویز اور لوگوں نے بھی دی تھی جن میں قابل ذکر ڈاکٹر عبد الطیف تھے جنہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایک مقالہ شائع کیا تھا جس میں تجویز کیا گیا تھا کہ مشرقی بنگال، مغربی پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان پر مشتمل مسلمانوں کی اکائی بنائی جائے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کو حق دیا جائے کہ وہ 25 سال میں اس اکائی کی طرف انتقال آبادی کریں۔ ڈاکٹر عبد الطیف نے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کے علاوہ یہ حق اچھوتوں اور سکھوں کو بھی دیا جائے۔(۲۲)

تیسرا خاکہ (کنفیڈریشن کی تجویز)

تیسری اور آخری تجویز مولانا مودودی نے یہ دی کہ مسلمانوں اور ہندو اکثریت کے صوبوں پر مشتمل دو آزاد ریاستیں بنائی جائیں۔ پھر ان دونوں پر مشتمل ایک کنفیڈریشن قائم کی جائے۔ مرکز میں متعین مقاصد کے لیے دفاع، مواصلات اور تجارتی تعلقات کے امور پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا جائے۔(۲۳)

درج بالا تین تجاویز کے آخر میں مولانا مودودیؒ نے صراحت کے ساتھ کہا کہ یہ حتمی نہیں ہیں اگر کوئی شخص چوتھا یا پانچواں خاکہ پیش کرے تو ان پر بھی بات ہو سکتی ہے۔

درجِ بالا تینوں خاکے اُس حل سے مختلف تھے جو آل انڈیا مسلم لیگ نے پیش کیا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد مولانا مودودی اور ان کی جماعت کا طرز عمل

چونکہ جماعت اسلامی کا اختلاف ال انڈیا مسلم لیگ کے طریق کار سے تھا نہ کہ حصول پاکستان سے، اس لئے جب پاکستان کا قیام حقیقت بن کر سامنے آیا تو جماعت اسلامی اپنے تحفظات کے باوجود اس کی حمایت پر کمر بستہ ہوئی۔

مئی 1947 میں جبکہ تقسیم ہند کا مرحلہ ابھی نہیں آیا تھا اس موضوع پر جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا کہ پاکستان بننے کی صورت میں کا لائحہ عمل کیا ہوگا؟ ہندوستان کے بعض علاقوں سے تعلق رکھنے والے ممبران کا خیال تھا کہ جماعت اسلامی کا مرکز بھارت میں رہنے دیا جائے لیکن مولانا مودودیؒ نے اس تجویز کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ چونکہ ہندوستان تقسیم ہو چکا ہے اس لئے جماعت اسلامی کا مرکز پاکستان میں ہوگا۔ آخر میں مجلس شوریٰ نے مولانا مودودیؒ کی تجویز کو منظور کر لیا۔ ارکان شوریٰ کا خیال تھا کہ پاکستان کو تو بننا اس غرض کے لئے تھا کہ یہاں ہم نے اسلامی ریاست قائم کرنی ہے اور جماعت اسلامی کے قیام کا اصل مقصد بھی یہی تھا اس لئے اسلامی ریاست کے قیام کے واضح امکانات پاکستان میں ہو سکتے تھے نہ کہ بھارت میں۔ (۲۴)

اس کے بعد کئی مواقع پر مولانا مودودی اور ان کی جماعت نے پاکستان سے وفاداری کے ثبوت فراہم کئے اور اس کے استحکام کے لئے کام کیا۔ مثال کے طور پر تقسیم ہند کے منصوبے کے تحت جولائی 1947 میں صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کے انعقاد کا اعلان کیا گیا جس کے دوران وہاں کے عوام سے یہ پوچھنا تھا کہ وہ پاکستان کے ساتھ رہنا چاہتے تھے یا کہ بھارت کے ساتھ؟۔ اس حوالے سے جب مولانا مودودیؒ سے پوچھا گیا کہ وہ ریفرنڈم میں کس کی حمایت کریں گے تو آپ نے فرمایا:

''اگر میں صوبہ سرحد کا رہنے والا ہوتا تو استصوابِ رائے میں میرا ووٹ پاکستان کے حق میں پڑتا اس لئے کہ جب ہندوستان کی تقسیم ہندو اور مسلم قومیّت کی بنیاد پر ہو رہی ہے تو لا محالہ اس علاقے کو جہاں مسلمان قوم کی اکثریت ہو، اس تقسیم میں مسلم قومیت ہی کے علاقے کے ساتھ شامل ہونا چاہیے"۔(۲۵)

دوسری مثال یہ کہ قیام پاکستان کے فوراً بعد حکومت نے مولانا مودودیؒ کو ریڈیو پاکستان سے تقریروں کا ایک سلسلہ شروع کرنے کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کی آپ نے اپنی تقاریر میں اسلامی حکومت کی مختلف تفصیلات نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیں(۲۶)

کوئی بھی ذی شعور شخص یہ سوال کر سکتا ہے کہ مولانا مودودیؒ پاکستان کے مخالف ہوتے تو انہیں سرکاری نشریاتی ادارے سے تقاریر کا سلسلہ شروع کرنے کی دعوت کیوں ملتی؟

حرف آخر

اس مقالے میں تحریک پاکستان کے حوالے سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی اصل پوزیشن واضح کی گئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اُنہوں نے انہوں نے پاکستان کے قیام کی مخالفت تو نہیں کی البتہ آل انڈیا مسلم لیگ کے بیانیئے سے اختلاف ضرور کیا۔ گزشتہ صفحات میں دو قومی نظریے کے حق میں مولانا کی علمی کاوش، علامہ اقبال اور قائد اعظم کے ساتھ روابط، 1940 میں دستوری خاکے کے لیے مسلم لیگ کمیٹی میں کردار جیسے حقائق کی روشنی میں اس الزام کی کوئی بنیاد نہیں بنتی کہ انہوں نے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی۔ جہاں تک اُن کے تجویز کردہ تین متبادل خاکوں کا تعلق ہے تو بادی النظر میں وہ تینوں ایک آزاد اسلامی ملک کے قیام کی راہ ہموار کرنے کے لیے تھے۔ پاکستان کے حوالے سے مولانا مودودیؒ سے ہمیشہ سوال ہوتے رہے جن کا انہوں نے ہمیشہ مسکت اور دوٹوک جواب دیا۔ یہاں بطور ثبوت روزنامہ مشرق لاہور کے نمائندے ریاض بٹالوی کے انٹرویو کا ذکر مناسب ہوگا جو یکم فروری 1970 کو اسی اخبار میں چھپا۔ جب بٹالوی صاحب نے تحریک پاکستان کی مخالفت کے الزام پر مولانا کی رائے پوچھی تو آپ نے جواب دیا:

"میں نے کبھی تحریک پاکستان کی مخالفت نہیں کی البتہ یہ درست ہے کہ میں نے قیام پاکستان کی تحریک میں کوئی عملی حصہ نہیں لیااور نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا ہے۔میرے پیش نظر اس وقت سب سے بڑا کام یہ تھا کہ مسلمانوں میں دینی روح بیدار کی جائے اور اسی پر میری توجہ مرکوز تھی اس کے ساتھ میں مسلمانوں کو کانگریس کی تحریک رابطہ عوام اور متحدہ قومیت کے نعرے سے بچانے کے لیے پورے خلوص سے کوشش کرتا رہا۔میں نے اس خیال کا صاف صاف اظہار کر دیا تھا کہ تقسیم ہند کے علاوہ مسلمانوں کی نجات کا کوئی راستہ نہیں ہوگا چنانچہ میں نے اپنی کتاب "سیاسی کشمکش" حصہ دوم میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے"۔(۲۷)

حوالہ جات

(۱) ہفت روزہ ایشیاء لاہور 18 دسمبر 1988 صفحہ 27

(۲) ایضا

(۳) خلیل احمد حامدی، تذکرہ سید مودودی، ادارہ معارف اسلامی، لاہور ,1986, صفحہ 84

(۴) نعیم صدیقی "المودودی" ادارہ معارف اسلامی لاہور 1986 صفحہ 263

(۵) ایضا

۶) ہفت روزہ ایشیاء ایضاً صفحات 26-27

(۷) مجیب الرحمن شامی "ایک شخص ایک کاروان" قومی پبلشرز لاہور 1980 صفحہ 79

(۸) روزنامہ جسارت کراچی 26 اگست 1988 "تحریک اسلامی منزل بہ منزل"

(۹) مولانا سید ابولاعلیٰ مودودیؒ "الجہاد فی الاسلام "ادارہ ترجمان القرآن لاہور 1927 صفحہ 14

(۱۰) ہفت روزہ آئین لاہور 15 نومبر 1988، عمر حیات غوری "علامہ اقبال سے مولانا مودودیؒ تک "صفحات 27تا30

(۱۱) روزنامہ جسارت, ایضاً

(۱۲) مجیب الرحمن شامی ایضاً صفحہ 79

(۱۳) روزنامہ جنگ راولپنڈی بعنوان "مسجد "31 اکتوبر 2014

(۱۴ ایضا

(۱۵) سلیم منصور خالد کا میاں طفیل محمد سے انٹرویو 2 نومبر 2000 لاہور

(۱۶) حکیم محمد شریف مسلم، مکاتیب زندان، ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور، 1983، صفحہ 124

(۱۷) سید سعد گیلانی "تحریک جماعت اسلامی "المنار بک سنٹر لاہور 1982 صفحہ 340

(۱۸) اسعد گیلانی "اقبال، قائدِ اعظم، مودودی اور تشکیل پاکستان "یونیورسل بکس اُردو بازار لاہور 1987 صفحہ 166

(۱۹) میاں طفیل محمد، مشاہدات: مولانا مودودی، جماعتِ اسلامی اور پاکستان، ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور، 2012، صفحات 130تا131

(۲۰) سید ابوالاعلی مودودیؒ "تحریک آزادی ہند اور مسلمان "اسلامک پبلیکشنز، لاہور 2005 صفحات 485تا497

(۲۱) ایضاً صفحہ 486

(۲۲) ایضاً صفحہ 492

(۲۳) ابو طارق "مولانا مودودیؒ کے انٹرویو" حصہ اول، اسلامک پبلکیشنز لاہور، 1983 صفحات 456-57

(۲۴) میاں طفیل محمد "مشاہدات" صفحہ 144

(۲۵) سہ روزہ کوثر 5 جنوری 1947،، نیز دیکھیں جسٹس ملک غلام علی، رسائل ومسائل (مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)، جلد اوّل صفحہ 363

(۲۶) صفدر محمود۔ روزنامہ جنگ 31 اکتوبر 2014

(۲۷) روزنامہ مشرق۔ لاہور۔ یکم فروری 1970